تشکیل معاشرہ میں خواتین کا کردار

حمیرا سلطانہ
ویمنز اسٹڈیز، جامعہ کراچی

نسرین اسلم شاہ
شعبہ سماجی بہبود و ویمنز اسٹڈیز، جامعہ کراچی

تلخیص

روایت اور اس سے متعلق شہادت تاریخ اسلام سے ملتی ہے کہ ابتدا ہی سے اسلام نے عورت کو پستی سے بلندیوں پر پہنچا کر اسے باعزت مقام عطا کیا، عورتوں کے لیے علم وعمل کے دروازے کھولے، جس کی بدولت علم وعرفان میں عورت کا کوئی ثانی نہیں، اسلامی تاریخ کے سنہری ادوار میں خواتین کی سیرتوں میں ہر بیٹی اور ہر عورت کے لئے عفت و پاکدامنی، ایثار وقربانی اور حق کے لئے جانثاری کے بے شمار اسباق موجود ہیں۔ یہ وہ شرم وحیا کا مجسمہ تھیں اور انہوں نے حقِ بندگی ادا کرنے کے لئے اپنی زندگی کی آسائشیں، راحتیں اور مسرتیں قربان کردیں۔ ان ہستیوں کی اتباع ہر بیٹی کو قابل فخر فرد بنا سکتی ہے۔

کلیدی الفاظ: اسلامی معاشرہ، خواتین کا کردار

Abstract

Historically, the status of women was very low all over the world however Islam is the only religion which help in changing the status of women and improve her status in the society. This paper explores the lives of Muslim women in the period of early Islamic society which reveals that these women gave the lesson of virtue, piety, devotion and sacrifice to every women and daughter of Islam. These ladies bore exemplary moral character, and in performance of their responsibilities they sacrificed their luxuries, comforts and happiness. Following footprints of these ladies can make every daughter a proud human being.

Keywords: Islamic Society, Role of Women.

تعارف

کسی بھی قوم کی تہذیب وتمدن اور ترقی کا حال معلوم کرنا ہو تو یہ دیکھا جائے کہ اس معاشرے میں عورت کو کیا درجہ حاصل ہے یہی بہترین معیار کی کسوٹی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت کے لئے لازمی

قرار دیا۔عورتوں کی تعلیم کی طرف ہمارے نبی کریم ﷺ کی خاص توجہ تھی۔آپ ﷺ کے نزدیک معاشرے کے استحکام میں عورت کی تعلیم وتربیت کا بڑا دخل ہے۔اگر آج عورت اسلام سے قبل اپنی حالت زار کو حقیقت کی روشنی سے دیکھے تو اسے قرآن اور اسلام کے احسان مند ہونے کے سوا کوئی چارہ نظر نہ آئے گا کہ جب رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچانے کے لیے مبعوث ہوئے تو عورت ساری دنیا میں محروم تھی اور کمتر سمجھی جاتی تھی وہ اپنے حقوق سے محروم تھی۔ اسلام سے قبل کے معاشرہ میں عورت مردوں کی محکوم تھی۔عورت کو اس کے حقوق سے مطلقاً محروم رکھا گیا وہ کسی جائیداد کی وارث نہ ہوسکتی تھی بلکہ وہ خود بھی جائیداد کا ایک حصہ تھی کہ جب اس کا شوہر مرجاتا تھا تو وہ شوہر کے بیٹوں اور جانشینوں میں وراثت کے حصے کی طرح بانٹی جاتی تھی۔

حضرت محمد ﷺ کی شکل میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا جو ابر کرم روئے زمین پر برسا اس نے سب سے زیادہ فیض جن لوگوں کو پہنچا، ان میں خاص طور پر خواتین کا طبقہ شامل تھا۔رسول خدا ﷺ نے خدا تعالیٰ کی عطا کردہ ہدایات کے ذریعے نہ صرف معاشرہ سے ان تمام غیر منصفانہ سلوک کا خاتمہ کیا بلکہ ہر حقدار کو اس کا حق دلوایا۔نبی کریم ﷺ نے جس دین کی اشاعت کا اعلان کیا وہ دین نہ صرف یہ کہ تمام ادیان سے کامل ہے بلکہ یہی دین فطرت ہے جو سب سے زیادہ حق کی پاس داری اور احترام کا دعویٰ کرتا ہے، انسانی معاشرے میں باہمی حقوق کے احترام، خوش نیتی اور اچھائی کی اقدار اگر پروان چڑھیں تو انسانی معاشرے میں امن وسکون اور محبت ومودّت کو فروغ ملتا ہے۔انسان اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے اور اپنی زندگی کے لیے خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔خدا کے سامنے ہر فرد کی ذمہ داری انفرادی ہے اور اس طرح خود معاشرے میں بھی ہر فرد کی شخصیت کا تحفظ اور نشو وارتقاء کا پورا پورا موقع ملنا چاہیے۔جیسا کہ قرآن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ:

> ’’جس نے نیک کام کیا تو اپنے لیے کیا، اور جس کسی نے برائی کی تو خود اس کے آگے آئے گی‘‘(۱)

ایک حدیث میں انسان کی زندگی کو اس طرح ذمہ دار بنایا گیا ہے کہ:

> ’’تم میں سے ہر ایک نگہبان (ذمہ دار اور نگران) ہیں اور ہر ایک گلہ بان سے اس کی ذمہ داری کے بارے میں باز پرس ہوگی‘‘(۲)

اس احساس ذمہ داری کے پیدا کرنے کے بعد دوسری ضرورت اس امر کی ہے کہ بندے کا ایمان خدا اور رسول اللہ ﷺ اور آخرت پر برابر تازہ کیا جاتا رہے۔اس سلسلے میں علم دین سے واقفیت سب سے اہم ہے۔علم دین کا ایک بڑا مقصد

عملی زندگی کی اصلاح ہے۔ اس لیے اسلام ہر فرد میں جذبہ عمل پیدا کرتا ہے اور سعی و جدو جہد کی اہمیت اس کے ذہن پر نقش کرتا ہے۔

اسلام کی نظر میں امت مسلمہ کی حیثیت چونکہ امت وسط کی اور خیر امت کی ہے اس لیے وہ ہر فرد پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہے کہ وہ اقامت دین کی جدوجہد کرے اور اپنی زندگی کو دنیا کمانے کے بجائے دین کو قائم کرنے کے لیے وقف کر دے اور اس کی راہ میں جس قربانی کی ضرورت پڑے اسے پیش کرنے سے بالکل دریغ نہ کرے کیونکہ دین اسلام کے قیام سے دنیا میں بھی فلاح حاصل ہوتی ہے اور آخرت میں بھی بھلائی ہے۔ معاشرے کی عام فضا خیر خواہی، تعاون، امداد، اشتراک عمل، مساوات، ایثار اور بھائی چارہ کی ہونی چاہیے۔ نیکیوں میں ایک دوسرے سے تعاون کریں بلکہ سبقت لے جانے کی کوشش کریں اور برائیوں سے ایک دوسرے کو روکیں۔ چنانچہ قرآن کریم کا حکم ہے کہ:

> ''بھلائی اور نیکی کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور ظلم اور گناہ کی باتوں میں ہرگز باہمی امداد و تعاون نہ کرو'' (۳)

رسول اللہ ﷺ کا طرزِ معاشرت، خواتینِ اسلام کے لیے مشعل راہ

رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ تمام عالم کے لیے قابل تقلید ہے۔ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ از ابتداء تا انتہا ایک کھلی کتاب ہے۔ جس کا ہر کوئی مطالعہ کر سکتا ہے اور رہنمائی حاصل کر سکتا ہے۔ آپ کی زندگی کے کسی دور کا حال پوشیدہ نہیں ہے بلکہ آپ کی سیرت مبارکہ کا معمولی سے معمولی واقعہ بھی مستند ذرائع اور عینی شاہدوں کے ذریعے تاریخ میں محفوظ ہے۔

سرور کائنات جس روز دین حق کا پیغام لے کر دنیا میں تشریف لائے تھے وہ روز دنیا کے اندر نئی روشنی کے ظہور کا روز تھا۔ اس نئی روشنی کی برکت تھی کہ اس نے انسان کو وہ عقیدت اور تصور دیا جو سراسر مکارم اخلاق اور فضائل و محاسن کا مجموعہ تھا اور مساوات، رواداری اور رزائل سے اجتناب کی دعوت تھی۔ عورت کو جو انسانی معاشرہ میں انتہائی پستی کے مقام پر گر چکی تھی عزت و تکریم سے ہمکنار کیا۔

اسلامی معاشرہ کی تشکیل اور خواتین کی تربیت کی اہمیت

انسان طبعاً معاشرت پسند ہے۔اس کی گروہی جبلت اسے اپنے ہم جنسوں کے ساتھ مل جل کر رہنے پر مجبور کرتی ہے۔وہ اپنی پیدائش سے لے کر تا دمِ زیست بے شمار افراد کی خدمت، توجہ، امداد اور سہاروں کا محتاج ہے۔اپنی پرورش، خوراک، لباس، رہائش اور تعلیم و تربیت کی ضروریات ہی کے لیے نہیں بلکہ فطری صلاحیتوں کے نشو و ارتقاء اور ان کے عملی اظہار کے لیے بھی وہ اجتماعی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہے۔یہ اجتماعی زندگی اس کے گرد تعلقات کا ایک وسیع تانا بانا تیار کرتی ہے۔

خاندان، برادری، محلے، شہر، ملک اور بحیثیت مجموعی پوری نوع انسانی تک پھیلے ہوئے تعلقات کے یہ چھوٹے بڑے دائرے اس کے حقوق، فرائض کا تعین کرتے ہیں۔ ماں، باپ، بیٹے، شاگرد، استاد، مالک، ملازم، تاجر، خریدار، شہری اور حکمران کی بے شمار مختلف حیثیتوں میں اس پر کچھ فرائض عائد ہوتے ہیں اور ان کے مقابلے میں وہ کچھ متعین حقوق کا مستحق قرار پاتا ہے۔

فطرت اور ضرورت دونوں انسان سے معاشرے کے اندر رہ کر اجتماعی زندگی اختیار کرنے کا تقاضا کرتی ہیں۔انسان معاشرے کے اندر ہی آنکھیں کھولتا ہے۔بچپن، لڑکپن اور جوانی تک پرورش اور تربیت کے لیے ماں باپ کی نگرانی اور اعزہ و اقرباء کی ہمدردی اور امداد کا محتاج ہوتا ہے۔

اس مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے دل میں ایک دوسرے کے ساتھ مستقل اور پائیدار تعلق قائم رکھنے کی زبردست خواہش رکھ دی ہے اور انسان کے دل میں اپنی اولاد کے ساتھ قلبی لگاؤ اور قرابت داروں کے ساتھ محبت کا جذبہ پیدا کر دیا ہے۔چنانچہ انسان معاشرے کے محبت اور شفقت کی گود میں پلتا اور پروان چڑھتا ہے۔معاشرے کے اندر رہ کر جوانی کی بہار کا لطف اٹھاتا ہے۔بڑھاپے کی مشکلات بھی معاشرے کے افراد کی ہمدردی، غمگساری اور خیر خواہی کی بدولت جھیل لیتا ہے۔جب زندگی کے دن پورے کر چکا ہوتا ہے تو معاشرے کے افراد ہی اسے اس کی آخری آرام گاہ تک پہنچانے کا انتظام کرتے ہیں۔درحقیقت معاشرے کے بغیر انسان کے لیے زندگی بسر کرنا دشوار بلکہ ناممکن ہے۔

کیونکہ معاشرتی زندگی میں انسانوں کو اپنی انفرادی اور اجتماعی ضروریات پورا کرنے کے لیے باہمی تعاون کے بغیر چارہ نہیں، کوئی شخص اپنی ساری ضروریات، دوسروں کی مدد کے بغیر تن تنہا، فراہم نہیں کر سکتا۔ بلکہ اس کی اکثر

ضرورتیں، دوسروں کے ذریعے یا دوسروں کے تعاون سے پوری ہوتی ہیں اور دوسروں کی اکثر ضرورتیں اس کی مدد سے پوری ہوتی ہیں۔ لہٰذا اس کے لیے ضروری ہے کہ معاشرے کے افراد کے لیے باہمی تعاون اور تعامل کے کچھ اصول، قاعدے اور قانون مقرر ہوں اور ہر فرد کے حقوق اور فرائض کا تعین کیا جائے۔ حقوق و فرائض کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ایک فرد کا حق دوسرے فرد پر فرض ہوتا ہے مثلاً والدین کا اپنی اولاد پر یہ حق ہے کہ ان کی اطاعت اور خدمت کی جائے، دوسری طرف اولاد کا فرض ہے کہ وہ والدین کا کہنا مانیں اور ان کی خدمت کریں۔

معاشرتی زندگی میں معاشرے کے افراد کی باہمی قربت کے لحاظ سے ان کے باہمی تعلقات کی نوعیت اور باہمی حقوق و فرائض کا تعین ہوتا ہے۔ باہمی تعلق اور رشتہ جس قدر قریب ہوگا حقوق و فرائض اس قدر زیادہ ہوں گے اور باہمی تعلق اور رشتے کی قربت اور گہرائی جس قدر کم ہوگی باہمی حقوق و فرائض اسی قدر کم اور ہلکے ہوں گے۔

معاشرتی زندگی کا بنیادی ادارہ خاندان ہے جو نکاح کے ذریعے ایک مرد اور ایک عورت کے درمیان باہمی تعلق قائم ہونے سے وجود میں آتا ہے۔ تعلق کے نتیجہ میں ایک نسل وجود میں آتی ہے۔ اسی سے کنبے اور برادری کے تعلقات پیدا ہوتے ہیں اور آخرکار یہی سلسلہ بڑھتے بڑھتے ایک معاشرہ بن جاتا ہے۔

مرد اور عورت کے درمیان ذمہ دارانہ تعلق، یعنی نکاح کو اسلام ایک نیکی اور عبادت قرار دیتا ہے اور سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد مرد اور عورت کے مجرد رہنے کو ناپسند کرتا ہے۔ غرض یہ کہ اسلام نے تمدنی زندگی اور خاندان کی اہمیت کو ملحوظ رکھنے اور اس کو صحیح بنیادوں پر قائم کرنے اور قائم رکھنے کی بہت تاکید کی ہے۔

قرآن کریم کی مثال

اسلام ترقی یافتہ اور ترقی دینے والا دین ہے۔ قرآن کریم مسلمانوں کو ترقی اور پیش روی کی طرف بڑھنے کی دعوت دیتا ہے اس بناء پر وہ ایک مثال میں کہتا ہے:

پیروان محمد ﷺ کی مثال دانے کی ہے۔ زمیں میں بویا اس کی نازک سی کونپل پھوٹی پھر اس کے کچھ قوت حاصل کی، اس کے بعد وہ اپنے تنے پر ٹھہری اس کی یہ پروان اتنی تیز تھی کہ کسان بھی حیرت میں پڑ گئے۔ (۴)

یہ مثال قرآنی نصب العین کے مطابق ایک مثالی معاشرے کی ہے۔ قرآن ایسے معاشرے کے بیج بونا چاہتا ہے جو ہمیشہ نشو و نما پاتا ہے، پھلتا اور پھولتا ہے۔ اسلام کی طرح کسی دین نے اپنے ماننے والوں کو قوت کی تعلیم نہیں دی

ہے۔اسلام کے پہلے دور کی تاریخ بتاتی ہے کہ اسلام نے معاشرے کی تجدید وتعمیر میں کتنا کام کیا اور ترقی میں کس قدر طاقت کا مظاہرہ کیا۔

اسلامی معاشرہ کی تشکیل میں عورت کا کردار

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمان خواتین نے اپنے دین کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیں۔اس کے لیے انہوں نے قریب ترین تعلقات اور رشتوں پر چھری پھیر دی۔خاندان اور قبیلہ سے جنگ مول لی، مصیبتیں سہیں، گھر بار چھوڑا، غرض یہ کہ مفاد دین سے ان کا جو بھی مفاد ٹکرایا اسے ٹھکرانے میں انہوں نے کوئی تامل اور پس وپیش نہیں کیا اور آخری وقت تک اپنے رب سے وفاداری کا جو عہد کیا تھا اس پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔

مسلمان خواتین کی دینی وملی قربانیاں

مکہ کے ابتدائی دور میں جن سعادت منداور باہمت نفوس نے ایمان قبول کیا تھا ان میں عمارؓ بن یاسرؓ کا خاندان بھی تھا۔

۱) ان کی والدہ ابوحذیفہ بن مغیرہ کی باندی تھی۔ان کو دین سے پھیرنے کے لیے ہر طرح کی اذیت دی جاتی رہی یہاں تک کہ ابوجہل نے اس جرم حق کی پاداش میں نیزہ مار کر ان کو شہید کر دیا لیکن ان کے پائے ثبات میں کوئی لغزش نہیں آئی، یہ پہلی شہادت تھی جو حضور اکرم ﷺ کے پیغام پر لبیک کہنے کے نتیجے میں کسی کو نصیب ہوئی۔(۵)

۲) حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہؓ بنت خطاب ایمان لے آئیں تو حضرت عمرؓ نے ان کو اس قدر زدوکوب کیا کہ لولہان ہوگئیں لیکن اس کے باوجود اپنے مولیٰ سے جو عہد وفا باندھا اس میں کوئی کمزوری نہ آنے دی۔حضرت عمرؓ کی سختی کے جواب میں کہتی تھیں کہ:

> ''ابن خطاب! میں تو ایمان قبول کر چکی اب جو چاہو کر گزرو، میں اس (دین) سے نہیں پھر سکتی''(۶)

حضرت عمرؓ نے قرآن کو ہاتھ میں لینا چاہا تو کہا:

> ''ابن خطاب اس کو رکھ دو، کیونکہ تم جنابت سے پاکی نہیں حاصل کرتے اور یہ وہ کتاب ہے

جس کو پاک لوگ ہی چھوتے ہیں‘‘(۷)

۳) حضرت ابوسفیان کے ایمان لانے سے قبل کا واقعہ ہے کہ وہ نبی کریمﷺ کی خدمت میں مدینہ حاضر ہوئے تو اپنی بیٹی ام المومنین اُم حبیبہ سے بھی ملنے گئے۔ گھر میں ذات اقدس کا بستر بچھا ہوا تھا وہ اس پر بیٹھنے لگے تو بیٹی نے فوراً اس کا تہہ کر دیا۔ باپ کے لیے یہ حرکت سخت تعجب خیز تھی۔ پوچھا کیا تم نے اس کو میرے شایان شان نہ سمجھ کر اٹھا دیا، یا مجھے اس قابل نہ سمجھا کہ اس پر بیٹھو۔ بیٹی نے جواب دیا کہ یہ رسول خدا کا بستر ہے اور آپ مشرک اور نجس ہیں۔ میں اس مقدس بستر پر آپ کو بٹھا کر اس کو پلید کرنا نہیں چاہتی۔(۸) کیونکہ قرآن کریم کا یہ حکم ہے کہ اسلام کے دشمنوں اور نبیﷺ کے محاربین سے اہل ایمان کو کسی قسم کا تعلق نہیں رکھنا چاہیے۔

۴) ایک مرتبہ حضرت اسماءؓ کی مشرک والدہ قتیلہ بنت عبدالعزیٰ تحفے تحائف لیے ہوئے مکہ سے مدینہ ان کے گھر آئیں۔ حضرت اسماءؓ نے ماں کے تحفوں کو قبول کرنے بلکہ ان کو اندر آنے کی اجازت دینے سے قبل رسول اللہﷺ سے پوچھوایا کہ کیا میں ان کو اپنے گھر ٹھہرا سکتی ہوں؟ اور یہ کہ وہ مجھ سے مدد اور ہمدردی کی توقع رکھتی ہے کیا ان کے ساتھ تعاون اور حسن سلوک میرے لیے جائز ہے؟ حضور اکرمﷺ نے جواب دیا ہاں! تمہارے لیے یہ دونوں باتیں جائز ہیں۔(۹)

۵) حضرت رقیہ بنت ابی صیفیؓ نے مکہ کے نازک ترین دور میں صدائے حق پر لبیک کہی تھی۔ قریش نے رسول اکرمﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا تو انہوں نے ہی آپ کو قبل از وقت متنبہ کر دیا کہ آپ پر شب خون مارنے کا فیصلہ ہو چکا ہے لہٰذا آپ اپنی حفاظت کا سامان فرما لیجیے۔(۱۰) چنانچہ آپﷺ راتوں رات مکہ سے ہجرت فرما گئے۔ یہ ایمان لا چکی تھیں لیکن ان کے لڑکے مخرمہ ابھی حالت کفر ہی پر قائم تھے۔ اپنی اولاد ہونے کی وجہ سے مومنہ ماں نے بیٹے کی اس بے دینی روش کو خوشی سے برداشت نہیں کیا کیونکہ ماں کی مامتا پر ہمیشہ جذبات ایمان غالب رہے اور مخرمہ کے ساتھ انتہائی سخت روش رکھی۔(۱۱)

۶) جن لوگوں نے حضرت عائشہؓ پر افترا پردازی میں حصہ لیا ان میں حضرت مسطح بن اثاثہؓ بھی تھے۔ ان کی ماں کے ایمانی تقاضوں نے اس کی اجازت نہ دی کہ بیٹے کی اس غلط حرکت کو گوارا کریں یا کم از کم تاویل کے پردوں میں اس کو چھپا دیں۔ ابن سعد نے لکھا ہے کہ: ’’ مسطح نے جب حضرت عائشہؓ پر افترا اندازی

کرنے والوں کے ساتھ تہمت باندھنے میں حصہ لیا تو ان پر ان تمام لوگوں سے زیادہ سخت ان کی والدہ تھیں۔(۱۲)

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر وقت ان کے اس غیر شرعی اور ناروا عمل پر پیچ وتاب کھاتیں اور غم وغصہ کا اظہار کرتیں۔ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ باہر سے گھر آرہی تھیں کہ پیر میں چادر الجھ گئی تو ایک دم ہی اندرونی جذبات ابھر آئے اور بیٹے کو بددعا دینے لگیں۔(۱۳)

خواتین اسلام کی جنگی خدمات

شریعت نے راست کے دفاع اور اس کی حفاظت کی ذمہ داری عورت پر نہیں ڈالی ہے لیکن اس کے باوجود خدا کے دین کو سر بلند دیکھنے کی تمنا اس کو دشمن کے خلاف محاذ جنگ پر لے آئی اور مردوں کے ساتھ وہ بھی کفر کا علم سرنگوں کرنے میں حصہ لیتی۔

۱) ایک انصاری صحابیہ ام عمارہؓ نے جنگ احد میں مردوں کی سی ثابت قدمی اور ہمت کا مظاہرہ کیا۔سعد بن ربیع کی صاحبزادی ام سعد نے ان سے اس کارنامہ کے متعلق دریافت کیا تو تفصیل سے بتایا کہ میں صبح سویرے ہی مجاہدین کی خدمت کے لیے میدان کارزار میں پہنچ گئی تھی ابتداء میں مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا لیکن بعد میں جب فتح ونصرت نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا تو ان میں افراتفری اور انتشار پھیل گیا۔اسی وقت میں حضور اکرم ﷺ کے قریب پہنچ کر مدافعت میں تیر اور تلوار چلانے لگی یہاں تک کہ دشمن کی ضرب مجھ پر آن پڑی۔ام سعد کہتی ہیں کہ میں نے ان کے کندھے پر بھی بہت گہرے زخم دیکھے اور پوچھا کس نے آپ پر اتنا سخت حملہ کیا تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ ابن قیمہ نے۔خدا اسے غارت کرے۔جب مسلمانوں کو شکست ہوئی اور وہ حضور اکرم ﷺ سے بھاگ کھڑے ہوئے تو چلاتا ہوا آیا، بتاؤ محمد ﷺ کہاں ہے؟ اگر وہ اس جنگ سے بچ گیا تو میری نجات نہیں۔یہ میری ہلاکت اور موت ہے۔یہ سن کر میں اور معصب بن عمیرؓ اور چند صحابہ نے جو آپ کے ساتھ جمے ہوئے تھے، اس کا سامنا کیا۔اس مقابلہ میں اس نے مجھ پر یہ وار کیا جس کا نشان تم دیکھ رہی ہو۔میں نے بھی اس پر تلوار کے کئی وار کیے لیکن وہ دشمنِ خدا دو، دو زرہیں پہنے ہوئے تھا۔(۱۴)

۱) نبی کریم ﷺ کی مدافعت میں انہوں نے جس ہمت اور پامردی کا ثبوت دیا اس کی شہادت خود حضور

اکرم ﷺ نے ان الفاظ میں دی: ''دائیں اور بائیں جس طرف سے بھی میں نے رخ کیا ام عمارہؓ کو اپنی مدافعت میں لڑتے دیکھا''

ان کے صاحبزادے کو ایک شخص نے گھائل کر دیا جب اس کا ادھر سے گزر ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے کہا اے ام عمارہؓ! یہ ہے تمہارے بیٹے کو زخمی کرنے والا۔ اس پر ام عمارہ اس شخص پر ٹوٹ پڑیں اور اس زور سے تلوار چلائی کہ وہ وہیں گر پڑا۔ حضور اکرم ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا! ام عمارہ تم نے اپنے بیٹے کا بدلہ لے لیا۔

ان کی جرأت اور ہمت کہ بدن پر نیزے اور شمشیر کے ایک دو نہیں بلکہ بارہ زخم آ چکے ہیں اور ان پر ابن قیمہ نے جو وار کیا تھا وہ اتنا گہرا تھا کہ اس کے بھرنے ہی میں ایک سال لگ گیا۔ لیکن اس کے باوجود حضور اکرم ﷺ نے احد کے فوراً بعد ہی مشرکین کے مقابلے کے لیے حمرالاسد نامی مقام کی طرف چلنے کا حکم دیا تو یہ کمر بستہ ہو گئیں لیکن کافی خون نکلنے کی وجہ سے اس قدر کمزور ہو چکی تھیں کہ ان کو زبردستی روکنا پڑا۔ احد کے علاوہ انہوں نے خیبر، حنین اور یمامہ کی جنگ میں بھی شرکت کی تھی۔ (۱۵)

۲) رومیوں سے مسلمانوں کی جنگ میں عکرمہؓ بن ابوجہل کی بیوی ام حکیمؓ بھی شریک تھیں جو اپنے خیمے سے صرف ایک ڈنڈا لے کر میدان میں کود پڑیں اور دشمن کے سات افراد کو اس دن موت کے گھاٹ اتار دیا۔ (۱۶)

۳) اسی طرح حضرت اسماء بنت یزیدؓ کے ہاتھ سے جنگ یرموک میں ۹ رومیوں کو موت کا پیالہ پینا پڑا۔ (۱۷)

۴) ایک انصاری خاتون ام حارث کی ثابت قدمی کا یہ حال تھا کہ جنگ حنین میں اسلامی فوج کے قدم میدان سے اکھڑ چکے ہیں لیکن چند باہمت نفوس کے ساتھ پہاڑ کی طرح جمی ہوئی ہیں۔ (۱۸)

۵) حضرت انسؓ کی والدہ ام سلیمؓ خنجر لیے ہوئے احد کے میدان میں آئیں ہیں نیز حنین کی لڑائی میں بھی ان کے پاس خنجر تھا۔ اس طرح مسلح ہو کر آنے کا مقصد حضور اکرم ﷺ نے دریافت کیا تو جواب دیا: ''میں نے اس کو اس لیے ساتھ رکھا کہ اگر کوئی مشرک قریب ہے تو اس سے اس کا پیٹ چاک کر دوں۔'' (۱۹)

۶) رومیوں سے جہاد میں شہرت رکھنے والی نامور شخصیت حبیب بن سلمہؓ سے ان کی بیوی نے ایک جنگ کے موقع پر دریافت کیا! بتایئے آپ کل کہاں ہوں گے؟ جواب دیا کہ یا تو دشمن کی صفوں میں یا جنت میں انشاء اللہ۔ جواب سن کر بیوی نے بھی پورے عزم کے ساتھ کہا ان دونوں جگہوں میں سے جہاں بھی آپ ہوں گے مجھے توقع ہے کہ میرا مقام بھی وہی ہوگا۔ (۲۰)

۷) غزوۂ خندق میں رسول اللہ ﷺ نے خواتین کو ایک قلعہ میں چھوڑا تھا تا کہ وہ محفوظ رہ سکیں۔ لیکن اس کے باجود یہود تاک لگائے مسلسل قلعہ کے گرد چکر لگا رہے تھے، چنانچہ بالآخر ایک یہودی موقع پا کر قلعہ پر چڑھ ہی گیا۔ حضورا کرم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ قلعہ کے اندر موجود تھیں وہ آگے بڑھیں اور اس بد باطن کا سر قلم کر کے نیچے جہاں دوسرے فتنہ باز موجود تھے پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر وہ بالکل حیران اور ششدر رہ گئے اور کہنے لگے۔ محمد ﷺ اتنے غافل نہیں کہ عورتوں کو بے یارو مددگار چھوڑ دیں۔ قلعے میں یقیناً ایسے جری اور شجاع ہیں جو ہمارے ہر ارادے کو ناکام بنا سکتے ہیں۔(۲۱)

دشمنان دین کو ناکام بنانے میں عورت نے جتنا براہِ راست حصہ لیا اس سے کہیں زیادہ وہ بالواسطہ باطل کی قوتوں کا مقابلہ کرتی رہی ہے۔ اگر اس نے محاذ جنگ پر تیر نہیں چلائے ہیں تو دشمن پر ناوک فگنی کرنے والے ہاتھوں کو ناوک فراہم کیے ہیں۔ اگر اس نے تلوار نہیں چلائی تو تیغ زنوں کو تیغ زنی کے قابل بنایا ہے۔ خدا کی راہ میں لڑنے والے زخمی ہوتے تو یہ ان کا مرہم بن جاتی۔۔ وہ گر پڑتے تو یہ ان کا سہارا ہوتی۔ وہ بھوکے اور پیاسے ہوتے تو یہ ان کے لیے کھانا اور پانی لیے دوڑتی۔

ربیع بن معوذ کا بیان ہے کہ: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ جہاد پر جاتیں، ہماری خدمات یہ ہوتی تھیں کہ ہم مجاہدین کو پانی پلاتیں ان کی خدمت کرتیں اور جنگ میں کام آنے والوں اور زخمی ہونے والوں کو مدینہ لوٹاتیں۔(۲۲)

ام عطیہؓ اپنے متعلق فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوئی۔ وہاں میں مجاہدین کے سامان کی نگہداشت کرتی ،ان کے لیے کھانا تیار کرتی، زخمیوں کا علاج اور بیماروں کی تیمارداری کرتی۔(۲۳)

احد کے مجروح مجاہدین کی مرہم پٹی اور خدمت کے لیے بہت سی صحابیات جنگ کے بعد مدینہ سے گئی تھیں۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ: ''جس دن احد کی جنگ ہوئی (اور جنگ کے بعد) مشرکین واپس ہو گئے تو خواتین صحابہ کی معاونت کے لیے روانہ ہوئیں۔ حضرت فاطمہ بھی انہی میں تھیں''(۲۴)

چنانچہ حضورا کرم ﷺ اس دن زخمی ہوئے تو حضرت فاطمہؓ نے زخم چٹائی کی راکھ سے بھرا تھا۔

حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ (جنگ احد میں حضرت عائشہؓ، ام سلیم نے بھی مجاہدین کی خدمت کی تھی) "میں نے عائشہؓ بنت ابوبکر اور ام سلیمؓ کو کمر بستہ یعنی لوگوں کی خدمت کرتے ہوئے دیکھا وہ اس قدر تیزی سے دوڑ دھوپ کر

رہی تھیں کہ میں نے ان کی پنڈلیوں پر پازیب دیکھے۔وہ اپنی پشت پر پانی سے بھرے ہوئے مشک لا دلا دکر لاتی تھیں اور مجاہدین کو پلاتیں پھر واپس جاتیں اور بھر کر لاتیں اور مجاہدین کی تشنگی دور کرتی۔(۲۵)

ایک انصاری خاتون ام سلیطؓ کے متعلق حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ:''ام سلیط احد کے دن وہ ہمارے لیے پانی سے بھرے ہوئے مشک اٹھا کر لاتی تھیں''(۲۶)

اسی طرح جنگ خیبر کے سلسلہ میں مورخ ابن اسحاق نے صراحت کی ہے کہ:''خیبر میں حضور اکرمﷺ کے ساتھ مسلمان خواتین میں سے بہت سی خواتین نے شرکت کی''(۲۷)

حشرج بن زیاد کی دادی اور پانچ عورتیں بھی اس جنگ میں گئی تھی۔انہوں نے حضور اکرمﷺ سے آنے کا مقصد ان الفاظ میں ظاہر کیا تھا:''اے اللہ کے رسول اللہﷺ! ہم اس لیے آئی ہیں کہ صوف بنیں گی اوراس کے ذریعہ اللہ کی راہ میں مدد کریں گی۔ہمارے پاس زخمی ہونے والوں کے لیے دوا ہے، ہم تیراندازوں کو تیر فراہم کریں گے اور ضرورت پر مجاہدین کو ستو گھول کر پلائیں گی'' (۲۸)

خیبر ہی میں ابو رافعؓ کی بیوی سلمیٰ قبیلہ اشہل کی ایک خاتون ام عامر ایک انصاری خاتون ام خلاء اور کعیبہ بنت سعد کی شرکت کا ثبوت بھی ملتا ہے۔(۲۹)

اس سے اہم ترین بات یہ ہے کہ وہ کسی خارجی دباؤ کے تحت یہ خدمات انجام نہیں دیتی تھیں بلکہ محافظین دین کی رفاقت اور تعاون کو اپنے لیے باعث عزت سمجھ کر خود ہی پیش کرتی تھیں۔اسی جنگ خیبر کا واقعہ ہے کہ قبیلہ غفار کی چند عورتیں نبی کریمﷺ کے پاس آئیں اور عرض کیا!''اے اللہ کے رسولﷺ! اس مبارک سفر میں جس پر آپ جا رہے ہیں ہم بھی آپکے ساتھ چلنا چاہتی ہیں تا کہ زخمیوں کا علاج کریں اور اپنے بس بھر مسلمانوں کی مدد کریں''(۳۰)

بعض خواتین یہ خدمات میدان جنگ سے باہر بھی ادا کرتیں تھیں۔تاریخ گواہ ہے کہ مسلم خواتین نے کسی اہم موقع پر پیٹھ نہیں دکھائی بلکہ ہر موقع پر بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔مختلف سیاسی وغیر سیاسی مسائل میں عورت کی رائے اور فہم سے اسلامی معاشرے نے جس طرح فائدہ اٹھایا ہے اسی طرح اپنی تعمیر وتشکیل کے سلسلے میں بھی اس کی عملی صلاحیتوں سے وہ مدد حاصل کرتا رہا ہے۔عورتوں نے رضا کارانہ جو جنگی خدمات انجام دیں اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت پڑنے پر ریاست نے ان سے یہ خدمات حاصل کی ہیں۔

ان دلائل و براہین سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ اسلامی معاشرے نے عورت پر بہت سی سیاسی وسماجی ذمہ

داریاں عائد کیں اور مسلمان عورت نے اپنے خانگی فرائض کے ساتھ ان سے بھی عہدہ برآء ہونے کی سعی کی۔

صالح عورت کی معاشرے میں اہم ضرورت:

عورت ایک ایسی مقدس ہستی ہے کہ جس کی معاشرے میں اہمیت کو نہ صرف علمائے دین نے بلکہ خود قرآن پاک نے تسلیم کیا ہے اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ دنیا میں ہر طرف جو دلکشی نظر آتی ہے اس دلکشی میں مختلف رنگ بھرنے والی عورت ہی کی ذات ہے کیونکہ معاشرے کی تمام تر اچھائیوں اور برائیوں کا انحصار عورت کے اوپر ہے۔ اگر عورت پاک دامن، صالح، متقی و پرہیز گار اور باعصمت ہوگی تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ دنیا کے کسی بھی معاشرے میں برائیاں پیدا ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: دنیا اور دنیا کی تمام نعمتیں اچھی اور خوبصورت ہیں لیکن اس سے بھی زیادہ خوبصورت متقی و پرہیز گار عورت کی ذات ہے۔ (۳۱)

عورت کے وجود سے کائنات میں رنگ اسی وقت تک مہکے گا جب تک کہ معاشرے میں اس کو صحیح مقام ملے گا۔ اس کو عزت احترام کی نگاہ سے دیکھا جائے اور اس کے جائز حقوق کی پاسداری کے لیے عملی اقدامات کیے جائیں اس لیے کہ دنیا کا کوئی بھی ملک خواہ وہ ترقی یافتہ ہو یا ترقی پذیر اس وقت ہی قائم رہ سکتا ہے جب تک عورت کا وجود اس کائنات میں باقی ہے۔ (۳۲)

عورت معاشرے کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہے لہٰذا اگر عورت خود پاک دامن اور صالحہ ہوگی تو معاشرہ بھی نیک اور مستحکم بنیادوں پر قائم ہوگا ورنہ اس کا ڈھانچہ کھوکھلا ہوتا چلا جائے گا۔

مسلم معاشرے میں خواتین کی مختلف حیثیتیں:

خالق ارض و سماء نے ہمارا معاشرتی ڈھانچہ کچھ اس قسم کا ترتیب دیا ہے کہ اس میں پاکیزہ اور محترم رشتے بنائے اور اس معاشرے میں ایک عورت کی مختلف حیثیتیں مقرر کی ہیں۔

۱۔ ماں ۲۔ زوجہ ۳۔ بہن ۴۔ بیٹی

ان مختلف حیثیتوں میں اگر عورت ماں ہے تو محترم ترین ہے، اگر بہن ہے تو پاک و محترم ترین ہے، اگر بیٹی ہے تو عزیز و محترم ہے اور اگر بیوی ہے تو تب بھی پاکیزہ اور قابل احترام ہے۔

۱)عورت بحثیت ماں

عورت بحثیت ماں ایک بہت اونچے اور ارفع مقام پر فائز ہے۔ ماں نہایت ہی قابل احترام اور مقدس ہستی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ً ہم نے انسان کو ہدایات کی کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرے۔اس کی ماں نے مشقت اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور مشقت اٹھا کر ہی اس کو جنا۔ً (۳۳)

نیز دوسرے مقام پر اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ً آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا کہ والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر تمہارے پاس ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بوڑھے ہو کر رہیں تو انہیں اف تک نہ کہو نہ انہیں جھڑک کر جواب دو بلکہ ان سے احترام کے ساتھ بات کرو اور نرمی اور رحم کے ساتھ ان کے سامنے جھک کر رہو اور دعا کیا کرو کہ پروردگار ان پر رحم فرما جس طرح انہوں نے رحمت وشفقت کے ساتھ مجھے بچپن میں پالا تھا۔ً (۳۴)

بحثیت ماں، عورت کا کردار

اسلام نے عورت کو مختلف حیثیتوں میں بلند مقام عطا کیا ہے مگر ماں کی حیثیت میں تو وہ مرد سے تین گنا مرتبہ حاصل کر رہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلامی سوسائٹی میں فی الواقع ایسا ہی ہے۔ عورت نسل انسانی کی مربی ہے۔ اپنے مقام ومرتبہ کا شعور رکھتی ہو تو وہ خود کو اسلام کا عملی نمونہ بنائے گی۔ ہر نیکی کو اپنائے گی ہر برائی سے بچنے کی کوشش کرے گی۔ حلال وحرام کی پابندیوں کو قبول کرے گی، اگر وہ لالچ، حسد، جھوٹ، بغض، منافقت جیسی روحانی بیماریوں سے بچے گی تو اس کی تربیت میں پلنے والے بچے بھی اس قسم کی برائیوں سے اجتناب کریں گے وہ جس اعلیٰ معیار کی تربیت اولاد کو دے گی تو اسی قدر پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئے گا۔

۲) عورت بحثیت زوجہ (بیوی)

عورت بحثیت زوجہ کے بھی محترم ومکرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے پوری کائنات کو ایک سوچی سمجھی اسکیم کے تحت پیدا کیا ہے اور انتہائی نظم وضبط اور ہم آہنگی کے ساتھ اس طرح مصروفِ عمل ہے کہ صدیاں بیت گئی ہیں لیکن اس نگارخانہ کی رنگینیوں اور دل فریبیوں میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ زمانہ کی گردش مسلسل اپنا کام کرتی چلی جا رہی ہیں لیکن اس انجمن

زرنگار کی تابانی اور حیرت انگیزی جوں کی توں قائم ہے۔آخر وہ کون سی قوت ہے جو اس کائنات کو آغوش فنا میں جا گرنے سے روکے ہوئے ہے؟ وہ کون سا قانون ہے جو اس کے لمحات حیات کو دراز کیے جا رہا ہے؟اس کا جواب قرآن یہ دیتا ہے کہ یہاں قانونِ زوجیت کی کارفرمائی ہے یعنی اس عالم کی ہر شے کے اندر اپنی نوع کی بقاء کا جذبہ پایا جاتا ہے اور قدرت نے اس جذبہ کی آسودگی کے لیے خود اسی کی نوع سے ایک صنف مقابل کی تخلیق کی ہے۔ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: ؐ اس نے تم میں سے تمہارے جوڑے پیدا کیے اور جانوروں میں بھی جوڑے پیدا کیے اس طرح وہ تمہیں پھیلاتا ہے۔ؐ (۳۵)

باہمی الفت، محبت اور تعلق و اتصال کے اس نظام کو خالق کائنات نے ہی وضع کیا ہے چنانچہ سورۃ الروم میں ارشاد ہوتا ہے کہ: ؐ اور اللہ کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں تاکہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کردی۔ؐ (۳۶)

خالق کائنات کا کمال حکمت یہ ہے کہ اس نے انسان کو صرف ایک صنف نہیں بنائی بلکہ اسے دو صنفوں کی شکل میں پیدا کیا ہے جو انسانیت میں یکساں ہیں جن کا بنیادی فارمولا بھی یکساں ہے مگر دونوں ایک دوسرے سے مختلف جسمانی ساخت مختلف ذہنی و نفسی اوصاف اور مختلف جذبات و اعیان لے کر پیدا ہوتے ہیں اور پھر ان کے درمیان یہ حیرت انگیز مناسبت رکھ دی گئی ہے کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا پورا جوڑ ہے۔

یہی وہ حکیمانہ تدبیر ہے جسے خالق نے ایک طرف انسانی نسل کے برقرار رہنے کا اور دوسری طرف انسانی تہذیب و تمدن کو وجود میں لانے کا ذریعہ بنایا ہے۔نوع انسانی میں تہذیب و تمدن کے رونما ہونے کا بنیادی سبب یہی ہے کہ خالق کائنات نے اپنی حکمت سے مرد اور عورت کے لیے ایک نظام زندگی عطا کیا جو انہیں مل کر خاندان بنانے پر مجبور کرتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے زوجین کے حقوق و فرائض کے بارے میں ارشاد فرمایا: ’’تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا ہو اور میں بھی اپنے اہل کے ساتھ بہتر ہوں‘‘ (۳۷) گویا آدمی کی اچھائی اور بھلائی کی نشانی یہ ہے کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ برتاؤ میں اچھا ہو۔

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! ’’بے شک تم میں سے مکمل مومن وہ ہے جو اخلاق لحاظ سے اچھا ہو اور اپنے اہل کے ساتھ اچھا ہو‘‘ (۳۸)

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ: ''اور تم میں زیادہ اچھے لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے حق میں زیادہ اچھے ہیں'' (۳۹)

مثالی بیوی کی حیثیت سے عورت کا کردار

نیک بیوی اس دنیا میں اللہ کی نعمتوں میں سے ایک بہترین نعمت ہے۔عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا! ''دنیا تمام کی تمام متاع ہے اور بہترین متاع دنیا نیک وصالح عورت ہے'' (۴۰)

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا: (روایت حضرت انسؓ) ''عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی عزت وآبرو کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل ہو سکتی ہے'' (۴۱)

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچوں کی نگراں اور ذمہ دار ہے اور تم میں سے ہر ایک نگراں اور ذمہ دار ہے اور ہر ایک سے ان لوگوں کی بابت پوچھا جائے گا جو اس کی نگرانی میں دیے گئے ہیں'' (۴۲)

حجتہ الوداع کے سلسلے میں جہاں آپ ﷺ نے بہت سے مسائل کا ذکر کیا، وہاں عورتوں سے حسن سلوک، خیر خواہی، بھلائی سے پیش آنے کی تاکید فرمائی ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ: ''سنو! عورتوں کے بارے میں حسن سلوک سے پیش آؤ۔ وہ تمہاری ذمہ داری میں ہیں'' (۴۳)

اسلام نے عورت کو بحیثیت بیوی عظیم مرتبے پر فائز کیا۔ مردوں پر سب سے پہلے یہ بات واضح کر دی کہ شادی عورت و مرد کے درمیان اشتراک عمل کا نام ہے۔ حسن سلوک، محبت، خلوص اور یگانگت کا نام ہے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے جو احکامات بیوی کے متعلق فرمائے رسول اللہ ﷺ نے اس پر عمل کر کے دکھایا اور دوسروں کو بھی تلقین کی کہ تم جو کھاؤ اس کو بھی کھلاؤ، جو پہنو اس کو بھی پہناؤ اس کے چہرہ پر نہ مارو اور نہ اسے برا بھلا کہو۔

۳) عورت بحیثیت بہن کے کردار

بہن بھی ایک قابل احترام اور بہت ہی مقدس رشتہ ہے۔ پہلے ماں اور زوجہ کی جو حیثیتیں بیان کی ہیں ان کا

ایک پہلو بہن ہونے کا بھی ہے۔ ماں جہاں کچھ بیٹوں، بیٹیوں کی ماں ہے وہاں کئی افراد کی بہن بھی ہے اور اسی طرح بیوی ایک شوہر کی ہے مگر کئی بھائیوں کی بہن بھی ہے۔ یوں شاخ در شاخ معاشرے میں رشتوں کا ایک ریشمی جال بن جاتا ہے اور یہ رشتے داریاں دور تک خاندانوں میں پھیل جاتی ہیں۔ بھائی، بھتیجے، بھانجے، چاچا، ماموں، وغیرہ قرابت دار اپنے خاندان کی خواتین کے لیے حصار بن جاتے ہیں اور ان کی عزت و ناموس کے نگہبان ہوتے ہیں۔

مسلمان معاشرے میں تو ان کی اپنی عزت بھی انہی کی عزت و ناموس کے ساتھ وابستہ ہوتی ہے۔ اگر اس میں کہیں کوئی رخنہ پڑ جائے تو ناک کٹ جاتی ہے اور گردنیں جھک جاتی ہیں۔ حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ؎ جس نے تین بہنوں یا دو بہنوں کی اچھی کفالت کی اور انھیں اچھا ادب سکھایا اور ان کے ساتھ حسن سلوک کیا اور ان کی شادی کرائی تو اس کے لیے جنت ہے۔ ؎ (۴۴)

بہنوں کی کفالت کے سلسلہ میں ایک صحابی کی قابل تقلید اور عمدہ مثال ہے۔ حضرت عبداللہ خدا کی راہ میں لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت جابرؓ نے خبر سنی تو ایک آنکھوں تلے اندھیرا آ گیا۔ انہیں اپنی چھوٹی بہنیں یاد آئیں۔ حضرت عبداللہؓ کئی چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گئے اور قدرت نے بہنوں کی پرورش کا زبردست بوجھ نوعمر جابرؓ پر ڈال دیا۔ جوانی کا دور بےفکری، لاپرواہی، شباب کے تقاضے، بھلا جابرؓ کو ان سنجیدہ ذمہ داریوں سے کیا تعلق، مگر حضرت جابرؓ کچھ اور ہی قسم کے نوجوان تھے۔ گھبراہٹ تو فطری بات ہے لیکن وہ خوش تھے کہ خدا نے ان کے لیے جنت کے وسائل مہیا کر دیے ہیں، سب سے بڑے مربی کی تربیت میں رہنے والے جابر نے کئی بار اپنے آقا سے سنا تھا کہ لڑکیوں کی پرورش کرنے والا جنتی ہے اور حضرت جابرؓ دل میں خوشی سے جھوم اٹھے کہ خدا نے انہیں جنتی بنانے کا سامان دے دیا۔

اپنی زندگی کا بھی تقاضا تھا اور بہنوں کی پرورش کا بھی کہ وہ جلد ہی اپنے گھر کو آباد کر لیں اور انہوں نے جوانی کے اس عالم میں ایک ادھیڑ عمر کی سنجیدہ خاتون سے شادی کر لی۔ شادی کے بعد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ جابر سنا ہے کہ تم نے ایک معمر خاتون سے شادی کر لی، کسی نوخیز دوشیزہ سے کیوں نہیں کی؟ کہ تم اس سے دل بہلاتے اور وہ تم سے دل بہلاتی۔ یا رسول اللہ ﷺ، ابا جان شہید ہوئے تو کئی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں چھوڑ گئے۔ یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنی بہنوں سے بڑی محبت ہے میں کسی نوخیز دوشیزہ سے شادی رچاتا تو وہ انہی کی طرح ہوتی، نہ ان کی تربیت اور پرورش کا حق ادا کرتی اور نہ ان کی نگرانی کرتی اور نہ ان کی کنگھا چوٹی کی ذمہ داری سنبھال

پاتی، یارسول اللہ ﷺ! میں نے اپنی پیاری بہنوں کی خاطر یہی مناسب سمجھا کہ کسی سنجیدہ ادھیڑ عمر خاتون سے شادی کرلوں کہ وہ ان کی نگرانی کرسکے، ان کے سر دھلائے، ان کی جوئیں دیکھ سکے۔ ان سب کو محبت سے ملائے رکھے، ان کی کنگھی چوٹی کرسکے۔ ان کے کپڑوں میں پیوند لگا سکے، ان کی سرپرستی کرسکے اور میں اس طرح ان کی سرپرستی کا کچھ حق ادا کرسکوں۔ خدا کے رسول غور سے جابرؓ کی تمام گفتگو سن رہے تھے اور آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔(۴۵)

۴) عورت بحیثیت بیٹی کے کردار:

ایک عورت کی چوتھی حیثیت بیٹی کی ہے۔ عصمت وعزت کا نشان، والدین کی عزت وآبرو، بیٹی کا اس سے زیادہ اور کیا مقام ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرور عالم حضرت محمد ﷺ کو پہلی اولاد بیٹی عطا فرمائی اور مزید تین صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔

بیٹیوں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ! ؎ جس آدمی کے ہاں لڑکی پیدا ہو پھر وہ نہ تو اسے کوئی ایذا پہنچائے اور نہ اس کی ناقدری کرے اور نہ برتاؤ میں لڑکے کو اس پر ترجیح دے تو اللہ تعالیٰ اس لڑکے کے ساتھ اسے جنت عطا فرمائے گا۔ ؎ (۴۶)

ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! (روایت حضرت عائشہؓ) جس آدمی کو اللہ تعالیٰ نے بیٹیاں دے کر آزمایا اور اس نے ان بیٹیوں کے ساتھ نیک سلوک کیا اور اچھا برتاؤ کیا تو یہ بیٹیاں اس کے لیے دوزخ سے بچاؤ کا ذریعہ ہوں گی۔ ؎(۴۷)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا! ؎ جو آدمی دو لڑکیوں کی پرورش کرے یہاں تک کہ وہ سن بلوغ کو پہنچ جائیں تو میں اور وہ شخص قیامت کے دن اس طرح ساتھ ہوں گے۔ حضور ﷺ نے ہاتھ کی انگلیاں ملا کر دکھایا۔ ؎ (۴۸)

ابی سعید سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! ؎ جس شخص نے تین بیٹیوں یا تین بہنوں یا دو بیٹیوں یا دو بہنوں کی پرورش کی اور ان کی اچھی تربیت کی ان کے ساتھ حسن سلوک کا برتاؤ کیا اور ان کا نکاح بھی کردیا تو اس کے لیے جنت کا فیصلہ ہے۔ ؎ (۴۹)

اس حدیث میں بیٹیوں کے ساتھ بہنوں کا بھی ذکر ہے۔ مطلب یہ ہے کہ کسی کی کفالت میں اگر اس کی بہن

نہیں اور اس کی بیٹیاں ہوں اور اس نے ان کا بار بخوشی برداشت کیا، حسن سلوک سے معاملہ کیا، ان کی دینی تعلیم و تربیت کی اور ان کی شادیاں کی تو اس کے لیے بھی جنت ہے۔یعنی اپنی بیٹیوں کے ساتھ یہ معاملہ کرے یا بہنوں کے ساتھ دونوں صورتوں میں اسے بدلے میں جنت ملے گی۔لڑکیوں سے حسن سلوک کی بہت تاکید کی گئی ہے اور والدین کولڑکیوں کی تربیت، پرورش ان سے حسن سلوک اور ان کو رشتہ ازدواج میں منسلک کرنے پر بہت بڑی بشارت دی گئی ہے۔

اگر اسلام عورت کو معاشرے میں بلند مقام اور حقوق نہ دیتا تو کوئی مرد معاشرے میں سر اٹھا کر نہ چل سکتا۔ اگر اسلام عورت کی بحیثیتِ بیٹی توقیر نہ کرتا تو بیٹی آج بھی ہمیشہ کی طرح بتوں اور دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھائی جاتی۔ اگر اسلام عورت کو عزت نہ دیتا تو بیٹی کی تربیت کبھی بھی جنت کی ضمانت نہ ہوتی۔اس سے معلوم ہوا کہ اسلام میں عورت کا بہت بڑا مقام و مرتبہ ہے اور اسلام نے اس کے حقوق کا ہر طرح تحفظ کیا ہے اور ان حقوق کی ادائیگی پر مردوں کے لیے بہت بڑا اجر و ثواب کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔

خلاصہء کلام

اسلام کے طریقِ کار اور سیرت النبی حضرت محمد ﷺ کی روشنی میں عورت کے تعلیمی مقام پر نظر کی جائے تو یہ احساس ہوتا ہے کہ اسلام نے جہاں دنیا کی تمام قوموں کو برابری اور مساوات پر لا کھڑا کیا وہاں عورتوں کو پستی سے اٹھا کر بلندی پر پہنچا دیا۔تاریخ پر نظر ڈالیں تو اسلام سے قبل عورت کی کوئی حیثیت نہ تھی۔عورت کو غلامی کی زنجیروں میں قید رکھنا عام بات تھی، دنیا بھر کے دیگر مذاہب میں عورت، مرد سے کمتر سمجھی جاتی تھی۔بعض قوموں میں مردوں کو اختیار ہوتا تھا کہ جیسے چاہے ظلم و زیادتی کا نشانہ بنائیں کوئی پرسان حال نہ تھا۔اس کے برعکس عورت اسلام کی نظر میں مرد کی مدمقابل اور فریق ثانی نہیں ہوتی ہے بلکہ عورت سے مرد کی تکمیل ہوتی ہے اور مرد سے عورت کی تکمیل ہوتی ہے یعنی عورت مرد ایک دوسرے کا ایک جز و ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۹۵ میں فرماتا ہے کہ: ’’تم آپس میں ایک دوسرے کے جز و ہو‘‘ (۵۰)

اسلام اللہ تعالیٰ کی شریعت ہے اور اللہ تعالیٰ مرد و عورت دونوں کا یکساں پروردگار ہے، مرد و عورت کو قرآن اور سنت کے ذریعہ صحیح راستے کی جانب رہنمائی کر کے فرما دیا کہ جو جیسے راستے پر چلیں گے اس کو اس کے اعمال کے مطابق

اجر عظیم دیا جائے گا۔ اسلام ہی نے عورت کو عزت و عظمت بخشی، اسے بیٹی، بیوی، ماں اور دیگر مردوں کی طرح حقوق دے کر معاشرے کا فرد بنا دیا، اسلام میں عورت کی حق تلفی یا مرد کے مقابلے میں عورت پر ظلم کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔

اس کے باوجود کوتاہ نظر اور تفریط کے شکار لوگ عورت کو حقارت اور تکبر کی نظر سے دیکھتے ہیں عورت ان کے نزدیک شیطان کا پھندا، ابلیس کا جال اور گمراہی و غلط روی کا ذریعہ ہے ان کے نزدیک عورت کا دین اور اس کی عقل دونوں ناقص ہیں۔ عورت ایک ناقص اہلیت رکھنے والی مخلوق ہے، مرد کی باندی اور خادمہ ہے۔ (۵۱) بعض لوگ تو عورت کو پیر کی جوتی کہتے ہیں اور اسلامی تعلیمات کو چھوڑ کر انگریزی تعلیم کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ ہمارے معاشرے میں آج بھی کئی ایسے گھرانے موجود ہیں جو اپنی لڑکیوں کو تعلیم دلانے کو پیسوں کا زیاں سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کو پڑھ لکھ کر کیا کرنا ہے آخر ہانڈی چولہا ہی کرنا ہے، جبکہ اسلام میں کہا گیا کہ تعلیم و تربیت سے بڑھ کر اور کون سا بڑا احسان لڑکیوں کے لئے ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

جب باندی کو بہترین تعلیم و تربیت سے آراستہ کرنے کی ہدایت دی جارہی ہے تو بیٹیوں کو اس زیور سے آراستہ کرنا کس قدر اہمیت رکھتا ہے اور سب سے بہتر تعلیم و تربیت حسن اخلاق اور علم نافع ہے۔ تعلیم کو عام کرنے کی اہمیت پر، غلط قسم کی سوچ رکھنے والے لوگوں کو عورتوں کی تعلیم کے فوائد سے آگاہی فراہم کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ ماں کی گود اولاد کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے، ہر کامیاب انسان کی کامیابی کی ابتدا ماں کی بہتر پرورش ہوتی ہے کیونکہ ہر شخص کا سب سے پہلا تعلق اپنے گھر سے ہوتا ہے جہاں وہ آنکھ کھولتا ہے اور پرورش پاتا ہے۔ اس لیے زندگی کا دوسرا دائرہ خاندان ہے۔ گھر سے نکل کر انسان ابتدائی تعلیمی اداروں سے عملی زندگی کی تربیت حاصل کرتا ہے، پھر تیسرا دائرہ نظام تعلیم بن جاتا ہے۔ اس طرح وہ انسان انسانی معاشرے کے وسیع دائرے میں قدم رکھتا ہے جہاں اس کا رابطہ اور تعلق زندگی کے مختلف شعبوں سے استوار ہوتا ہے، لیکن جو کچھ وہ ماں اور گھر کے ماحول سے سیکھتا ہے وہ اس کی زندگی بھر کے لئے مشعلِ راہ ہوتے ہیں۔

ہمارے معاشرے میں بے راہ روی، لوٹ مار، دہشتگردی جیسے جرائم میں شریک افراد کی زندگی کے بارے میں تحقیق کی جائے تو زیادہ تر جاہل ماؤں کی پرورش پائے ہوتے ہیں جن کو بچپن میں اچھے برے کی تمیز نہیں بتائی گئی ہوتی ہے لہذا جرائم کی روک تھام کے لئے اسلامی تعلیمات کو عام کرنا بیحد ضروری ہے، اس لئے حکومت پاکستان کو

چاہیئے کہ لڑکیوں کی تعلیم کو عام کیا جائے کیونکہ آج کی لڑکی کل کی ماں ہوتی ہے، ایک ماں کی گود میں کئی بچے پرورش پاتے ہیں، جب ماں کو صحیح غلط کا علم ہوگا تو وہ اپنے بچوں کو بھی بہتر سونچھ دے سکے گی۔ حکومت کو چاہیئے کے اس طرف توجہ دیں، عوام کو تعلیم کے فوائد سے آگاہی دیں اور تعلیمی اخراجات کو کم کیا جائے تا کہ تعلیم عام ہو اور معاشرے سے برائیاں ختم ہو کر پھر سے مثالی معاشرہ قائم ہو سکے۔

حوالہ جات

۱۔ القرآن: السجدة (۳۲) ۲۶

۲۔ البخاری، محمد بن اسماعیل (س۔ن) الجامع الصحیح، بیروت لبنان، دار الکتب العلمیہ، ص۱۵۲

۳۔ القرآن: سورۃ المائدہ (۵) ۲

۴۔ مطہری، شہید مرتضیٰ (۱۹۹۳ء) اسلام میں خواتین کے حقوق، کراچی، دار الثقافۃ الاسلامیہ، ص۱۳۱

۵۔ ابن سعد، محمد بن سعد (۱۹۸۵ء) الطبقات الکبریٰ، جلد۸، بیروت دار صادر، ص۱۹۳

۶۔ النیشاپوری، حاکم (۱۹۷۸ء) مستدرک علی الصحیحین فی الحدیث، جلد۴، بیروت، دار الفکر، ص۵۹

۷۔ ایضاً: ج۴، ص۵۹، ۶۰

۸۔ ابن سعد، محمد بن سعد: الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۷۰

۹۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع البخاری، ج۵، ص۱۷

۱۰۔ سید جلال الدین عمری: عورت اسلامی معاشرے میں، ص۱۳۶

۱۱۔ ابن سعد محمد بن سعد: الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۱۶۶

۱۲۔ ایضاً حوالہ بالا: ج۸، ۱۶۶

۱۳۔ البخاری، محمد بن اسماعیل بخاری: الجامع البخاری، ج۳، ص۱۵۴

۱۴۔ ابن ہشام، ابو محمد عبد الملک (۱۹۵۵ء) السیرۃ النبویۃ، جلد۳، مصر، مصطفی البابی الحلبی، ص۲۹، ۳۰

۱۵۔ ابن سعد، محمد بن سعد: الطبقات الکبریٰ، ج۸، ص۳۰۱

۱۶۔ عسقلانی، ابن حجر (۱۳۲۸ھ ۱۹۱۰ء) الاصابہ فی تمیز الصحابہ، جلد ۴، بیروت دار الحیاء التراث العربی، ص ۲۳۵

۱۷۔ ایضاً

۱۸۔ ایضاً

۱۹۔ النَّیْشَاپُوری، لِلْامام اُبِی الْحُسَیْن مُسْلم بن الحجاج مسلم القشیری (س۔ن) صحیح مسلم مترجم مع مختصر شرح، مترجم: مولانا عزیز الرحمٰن، جلد ۳، لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ص ۱۴۴۲

۲۰۔ الجاحظ، عمرو بن بحر (۱۹۴۷ء) البیان والتبین، جلد ۲، القاہرہ مطبعۃ الاستقامۃ، ص ۱۷۰

۲۱۔ النیشاپوری، حاکم (۱۹۷۸ء) مستدرک علی الصحیحین فی الحدیث، جلد ۴، بیروت، دار الفکر، ص ۵۰، ۵۱

۲۲۔ البخاری، محمد بن اسماعیل: الجامع البخاری، ج ۴، ص ۲۲۲

۲۳۔ مسلم بن الحجاج القشیری: صحیح مسلم، ج ۳، ص ۱۴۴۴

۲۴۔ البخاری، محمد بن اسماعیل: الجامع البخاری، ج ۴، ص ۳۴

۲۵۔ ایضاً: ج ۴، ص ۲۲۱، ۲۲۲

۲۶۔ ایضاً: ج ۴، ص ۲۲۲

۲۷۔ ابن ہشام، ابو محمد بن عبد الملک: السیرۃ النبویۃ، ج ۳، ص ۳۹۵

۲۸۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث: السنن ابوداؤد، ج ۳، ص ۱۰۰

۲۹۔ ابن سعد محمد سعد: الطبقات الکبریٰ، ج ۸، ص ۲۳۴

۳۰۔ ایضاً: ج ۸، ص ۲۱۴

۳۱۔ مسلم، ابی الحسین النیشاپوری، صحیح مسلم، ج ۲، ص ۱۰۹۰

۳۲۔ علامہ اقبال (س۔ن) ضرب کلیم، لاہور چودھری اکیڈمی، ص ۸۳۔۱۴

۳۳۔ القرآن: الاحقاف (۴۶) ۱۵

۳۴۔ القرآن: سورۃ بنی اسرائیل (۱۷) ۲۳، ۲۴

۳۵۔ القرآن: الشوریٰ (۴۲) ۱۱

۳۶۔ القرآن: الزرم (۳۰) ۲۱

۳۷۔ الترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ: الجامع الترمذی، ج ا ص ۱۸۷

۳۸۔ ایضاً: ج ا، ۱۸۷

۳۹۔ ایضاً: ج ا، ۱۸۷

۴۰۔ النیشا پوری، امام مسلم ابی الحسین: صحیح مسلم، ج ۲ ص ۱۰۹۰

۴۱۔ البخاری، محمد بن اسماعیل: الجامع البخاری، ج ۶ ص ۹۷

۴۲۔ ایضاً: ج ۶ ص ۱۵۲

۴۳۔ الترمذی، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ: الجامع الترمذی، ص ۱۸۷

۴۴۔ ایضاً، ج ا ص ۲۸۴

۴۵۔ البخاری، محمد بن اسماعیل: الجامع البخاری، ج ۵ ص ۳۹

۴۶۔ ایضاً

۴۷۔ ایضاً، ج ۷، ص ۴۷

۴۸۔ النیشا پوری، امام مسلم ابی الحسین: صحیح مسلم، ج ۴ ص ۲۰۳۸

۴۹۔ الجامع الترمذی، ج ا ص ۲۸۴

۵۰۔ القرآن: سورۃ آل عمران (۳) ۱۹۵

۵۱۔ ابوشقہ، عبدالحلیم (س۔ن) عورت عہد رسالت میں، لاہور: نشریات، ص ۲۱

۵۲۔ البخاری، محمد بن اسماعیل: کتاب النکاح، باب ا، جلد ۱۱ ص ۲۸

حمیرا سلطانہ سینٹر آف ایکسیلینس فار ویمنز اسٹڈیز، جامعہ کراچی میں پی ایچ ڈی اسکالر ہیں۔

ڈاکٹر نسرین اسلم شاہ شعبہ سماجی بہبود میں بحیثیت میریٹوریس پروفیسر اور سینٹر آف ایکسیلینس فار ویمنز اسٹڈیز، جامعہ کراچی میں بحیثیت ڈائریکٹر خدمات انجام دے رہی ہیں۔